جناب ثروت صولت

محمد عاکف

موجودہ صدی کے نصف اوّل میں اسلامی دنیا میں جن شاعروں کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی ان میں اقبالؔ (۱۸۷۶ تا ۱۹۳۸)، شوقیؔ (۱۸۶۸ تا ۱۹۳۲)[1] اور عاکفؔ (۱۸۷۳ تا ۱۹۳۶) کے نام سرِفہرست ہیں۔ ان میں سے ایک نے اردو اور فارسی کو، دوسرے نے عربی کو اور تیسرے نے ترکی کو اظہارِ خیال کا ذریعہ بنایا۔ یہ تینوں شاعر نہ صرف ہم عصر تھے بلکہ بنیادی طور پر ہم خیال بھی تھے۔ خاص طور پر اقبال اور عاکف میں خیالات کی حیرت انگیز ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ دونوں اسلامی فکر کے علمبردار تھے، دونوں اتحادِ اسلامی اور خلافت کے پرجوش حامی تھے اور دونوں نے اپنے اپنے ملک میں مسلمانوں کو بیدار کرنے اور ان میں قوتِ عمل پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ ترکیہ اور پاکستان کی دوستی کے سلسلے میں جو مضامین شائع کیے جاتے ہیں ان میں عام طور پر رومیؔ اور اقبالؔ کو ترکیہ اور پاکستان کی نمائندہ شخصیتوں کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ اسلامی ترکی کے حقیقی ترجمان محمد عاکف ہیں جو جمہوریۂ ترکیہ کے ترانۂ آزادی (استقلال مارشی) کے خالق اور ترکی زبان کے شاعرِ اسلام ہیں۔

ولادت اور تعلیم

محمد عاکف استانبول کے محلے صاری گوزل میں، جہاں جامع محمد فاتح واقع ہے، ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ یہ محلہ علما کا مرکز ہونے کی وجہ سے استانبول کا سب سے زیادہ مذہبی محلہ تھا۔ عاکف کے والد طاہر آفندی اپنے عہد کے ممتاز عالمِ دین تھے۔ انھوں نے شروع میں اپنے بیٹے

---

[1] احمد شوقی مصر کے رہنے والے تھے اور موجودہ صدی کے سب سے ممتاز عرب شاعر تھے۔ وہ اتحادِ اسلامی اور خلافتِ عثمانیہ کے زبردست حامی تھے۔

کا نام رغیف رکھا تھا جو عربی میں ایک قسم کی روٹی کو کہتے ہیں۔ اس لفظ سے ابجد کے قاعدے کے مطابق ۱۲۹۰ مادۂ تاریخ برآمد ہوتا ہے جو عاکف کی پیدائش کا ہجری سال ہے[۲]۔ چونکہ یہ لفظ نامانوس تھا اس لیے بعد میں اسے بدل کر محمد عاکف کر دیا گیا۔ اگرچہ والد ان کو رغیف کے نام ہی سے پکارتے رہے۔ عاکف کا خاندانی نام ارصوی تھا۔

عاکف نے عربی اور فارسی کی تحصیل اپنے والد سے کی۔ ان کے والد عاکف کو اعلیٰ تعلیم دلانا چاہتے تھے، لیکن عاکف ابھی چودہ پندرہ سال ہی کے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اسی زمانہ میں ان کا مکان بھی نذرِ آتش ہو گیا جس کی وجہ سے عاکف اور ان کی والدہ امینہ شریفہ خانم مالی مشکلات میں مبتلا ہو گئے۔ بہرحال ماں نے تنگ دستی کے باوجود عاکف کی تعلیم جاری رکھی یہاں تک کہ انھوں نے ۱۸۹۳ میں معالجۂ حیوانات کے کالج سے تعلیمی سند حاصل کر لی۔

ملازمت

تعلیم کی تکمیل کے بعد عاکف نے ادرنہ میں ملازمت کر لی۔ اس کے بعد استانبول میں علاجِ حیوانات کے مدرسے میں ملازم ہو گئے جہاں انھوں نے اسسٹنٹ ڈائرکٹر کے عہدے تک ترقی کی۔ مئی ۱۹۰۸ میں عاکف نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور خود کو علمی، تعلیمی اور قومی مشاغل کے لیے وقف کر دیا۔ اس دوران میں انھوں نے کچھ مدت استانبول یونیورسٹی کے شعبۂ ادبیات میں عثمانی ادب کے پروفیسر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں، پھر ایک اور تعلیمی ادارے دار الخلافہ مدرسہ سی میں ترکی ادب کے استاد ہو گئے۔ انھوں نے اس زمانے میں ایک اور سرکاری علمی ادارے دار الحکمت اسلامیہ کے چیف سکریٹری کے فرائض بھی سرانجام دیے اور اس عہدے پر وہ ترکوں کی جدوجہد آزادی کے آغاز تک فائز رہے۔ اسی زمانے میں عاکف نے فرانسیسی زبان بھی سیکھی۔ یہ زبان انھوں نے اپنے ایک دوست حقی بک کے کہنے سے سیکھی تھی۔ حقی نے عاکف سے کہا تھا کہ ان کو صرف مشرق کی ادبی روایات تک محدود نہ رہنا چاہیے بلکہ مغربی ادبیات سے بھی واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔

۲۔ علی نہاد تارلان، محمد عاکف، اردو ترجمہ از ڈاکٹر محمد صابر، ص ۵۔

رسائل کا اجرا

۱۹۰۸ میں عاکف نے اشرف ادیب اور دوسرے دوستوں کے ساتھ مل کر "صراطِ مستقیم" کے نام سے ایک ہفت روزہ جاری کیا اور کچھ مدت بعد "سبیل الرشاد"[۳] کے نام سے ایک اور جریدہ شائع کرنا شروع کیا۔ عاکف اور ان کے ساتھی تحریکِ اتحادِ اسلامی کے حامی گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ جماعت سیاسی میدان میں اسلام کا احیا چاہتی تھی۔ ترک قوم پرستوں کی جماعت انجمن اتحاد و ترقی اس گروہ کو قدامت پسند سمجھتی تھی اور اسی وجہ سے عاکف اور ان کے ساتھیوں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتی تھی۔ انجمن اتحاد و ترقی نے "سبیل الرشاد" کے جواب میں، جو اتحادِ اسلامی کا علمبردار تھا "اسلامک ریویو" کے نام سے مشہور ترک مفکر ضیا گوک الپ (۱۸۷۵ تا ۱۹۲۴) کی نگرانی میں ایک رسالہ جاری کیا تھا جس میں قرآن کا ترکی میں ترجمہ بھی شائع کیا جاتا تھا۔[۴]

"صراطِ مستقیم" اور "سبیل الرشاد" کو ترکی صحافت کی تاریخ میں اس لحاظ سے اہم مقام حاصل ہے کہ یہ جرائد ایک طرف اسلامی فکر کے علمبردار تھے اور دوسری طرف انھوں نے ترکوں کی سیاسی بیداری میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ ان رسالوں کے ذریعہ عاکف نے سادہ اور آسان زبان کو رائج کیا۔ جسے ترکی بولنے والے ہر ملک کے لوگ آسانی سے سمجھ لیتے تھے۔ چنانچہ عاکف کی تحریریں اسلامی دنیا کے ان تمام حصوں میں جہاں ترکی بولی جاتی تھی، بڑی دلچسپی سے پڑھی جاتی تھیں۔ روس کے مسلمان بھی "صراطِ مستقیم" کو بڑے شوق سے پڑھتے تھے جس کی وجہ سے حکومتِ روس نے "صراطِ مستقیم" کا اپنی سلطنت میں داخلہ بند کر دیا تھا۔[۵]

---

۳ سبیل الرشاد ۱۹۲۵ میں بند ہو گیا تھا۔ ۱۹۴۶ میں جب ترکی میں سیاسی جماعتیں قائم کرنے کی اجازت ملی اور مطبوعات پر بھی پابندی اٹھالی گئی تو سبیل الرشاد اشرف ادیب کی نگرانی میں پھر نکلنا شروع ہو گیا۔ (ماہنامہ اسلامک ریویو ووکنگ، لندن اگست ۱۹۴۹)

۴ خالدہ ادیب خانم، ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمکش (انگریزی)، ص ۱۸۵

۵ اس زمانہ میں ترکی بولنے والے ملکوں میں ایک ایسی ادبی زبان کو رائج کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی جو

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محمد عاکف صراطِ مستقیم میں اسلامی دنیا کے ممتاز مفکرین کی کتابوں اور مضامین کے ترجمے بھی شائع کرتے تھے۔ چنانچہ مصر کے مشہور علما محمد عبدہٗ اور فرید وجدی کی تحریریں "صراطِ مستقیم" میں شائع ہوتی تھیں۔ عاکف کی ابتدائی نظمیں بھی سب سے پہلے "صراطِ مستقیم" ہی میں شائع ہوئیں۔ جنگِ بلقان، جنگِ طرابلس، جنگِ عظیم اوّل اور آخر میں ترکوں کی جد و جہد آزادی کے واقعات نے ان کو بہت متاثر کیا اور ان کے کلام میں ان تمام حوادث کی عکاسی بڑی بلاغت سے کی گئی ہے۔

پہلی عالمی جنگ کے زمانہ میں عاکف، حکومت کی طرف سے مخصوص فرائض کی انجام دہی کے لیے جرمنی اور عرب بھیجے گئے اور انھوں نے کچھ وقت ان ملکوں میں گزارا[۵۶]۔ عاکف کی دو مشہور نظمیں "برلن کی یادداشتیں" اور "صحرائے نجد سے مدینہ تک" اسی دور کی تخلیق ہیں۔ جنگِ عظیم کے دوران عاکف نے درۂ دانیال کی مشہور جنگ میں بھی شرکت کی تھی۔

جنگِ عظیم اوّل کے خاتمہ پر عاکف نے "سبیل الرشاد" میں ان لوگوں کی مخالفت میں مضامین لکھے جو ترکی کو امریکی انتداب میں دینا چاہتے تھے[۵۷] وہ اب ترکی کی آزادی کے داعی بن گئے۔ اس سلسلے میں بالیکیسر کے مقام پر انھوں نے جو تقریریں کیں اس کی پاداش میں ان کو "دار الحکمت اسلامیہ" سے برخاست کر دیا گیا۔ ۱۹۱۸ء میں جب کمال اتاترک نے اناطولیہ میں تحریکِ مزاحمت کا آغاز کیا تو عاکف بھاگ کر اناطولیہ پہنچ گئے۔ اب "سبیل الرشاد" انقرہ سے شائع ہونے لگا۔ اس زمانے میں انھوں نے مضامین لکھنے کے علاوہ مساجد میں وعظوں اور عام جلسوں میں تقریروں کے ذریعہ عوام کو منظم ہونے اور حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کیا۔ اسی زمانے میں عاکف ترکی کی اس پہلی قومی اسمبلی کے رکن بھی منتخب ہوئے جس کا اجلاس انقرہ میں

دنیائے ترک میں مشترکہ زبان کی حیثیت اختیار کر سکے۔ روس میں اسی قسم کی کوشش اسمٰعیل گسپرالی (۱۸۵۱ تا ۱۹۱۴) کر رہے تھے جنھوں نے کریمیا سے ہفت روزہ "ترجمان" جاری کیا تھا۔ ترجمان ۱۸۸۵ سے ۱۹۰۵ تک جاری رہا اور استانبول سے کاشغر تک ذوق و شوق سے پڑھا جاتا تھا۔

۵۶ ترکی انسائیکلو پیڈیا جلد چہارم۔ مطبوعہ انقرہ ۱۹۵۷ء، مضمون محمد عاکف۔

۵۷ علی نہاد تارلان، محمد عاکف، اردو ترجمہ از ڈاکٹر محمد صابر، ص ۲۲

۲۳ر اپریل ۱۹۲۰ کو ہوا۔ اجلاس کے بعد انھوں نے وسطی اناطولیہ کا دورہ کیا اور ملاقاتوں اور تقریروں کے ذریعے تحریکِ مزاحمت کے لیے لوگوں کو تیار کیا اور سلطان ترکی (جو اتحادیوں کے زیرِ اثر تھا) کے پروپیگنڈے کا رد کیا۔

ترانۂ آزادی

ترکی کا ترانۂ آزادی جس کو ترکی زبان میں "استقلال مارشی" کہا جاتا ہے، اسی زمانہ کی تخلیق ہے۔ اس زمانے میں عاکف کا قیام انقرہ میں تکیہ تاج الدین درویش میں تھا۔ ترانۂ آزادی اسی زمانے میں لکھا گیا۔ ترکی کی قوم پرست حکومت کی وزارتِ تعلیم نے ترانۂ ملی لکھنے کے لیے ملک گیر مقابلہ کیا تھا جس میں سات سو چوبیس شاعروں نے شرکت کی تھی۔ اس مقابلے میں عاکف اول آئے اور ترکی کی حکومت نے ۱۲ر مارچ ۱۹۲۴ کو عاکف کے ترانے کو قومی ترانے کی حیثیت سے قبول کر لیا۔ اس موقع پر قومی اسمبلی کے ارکان نے کھڑے ہو کر خود عاکف کی زبان سے ترانہ سنا۔ حکومت نے ترانہ کے معاوضہ کے طور پر عاکف کو ایک معقول رقم پیش کی۔ عاکف اگرچہ مالی امداد کے محتاج تھے لیکن انھوں نے معاوضہ لینے سے انکار کر دیا۔ عاکف نے اپنے ترانے کو اپنے مجموعۂ اشعار "صفحات" میں شامل نہیں کیا کیونکہ ان کے خیال میں یہ ترانہ ان کی نہیں ان کے ملک کی ملکیت ہے۔ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں جب وہ بسترِ علالت پر دراز تھے ان کے بعض دوست ترانہ سے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ عاکف یہ گفتگو سن کر اٹھ بیٹھے اور بولے:

"کتنے ولولہ انگیز تھے وہ دن اور کتنے پُرخلوص تھے اس وقت کے لوگ۔ یہ نظم ان ایام کے جوش و خروش کا مظہر ہے۔ یہ اس دور کی یادگار ہے جب ہر شخص اچھے دنوں کی آمد کی توقع میں مصائب برداشت کر رہا تھا۔ ایسی نظم دوبارہ نہیں لکھی جا سکتی۔ میں خود اب ایسی نظم نہیں لکھ سکتا۔ اسے دوبارہ لکھنے کے لیے پھر اسی دنیا میں رہنا، بسنا اور ان ہی تجربوں اور آزمائشوں سے گزرنا ہوگا۔ یہ نظم میری ملکیت نہیں ہے۔ یہ میرے ملک کی ملکیت ہے۔ یہ میری جانب سے ترک قوم کو ایک تحفہ ہے [۵۸]"

---

[۵۸] ایضاً ص ۲۴

مصر میں سکونت

عاکف ترکی کو ایک اسلامی مملکت بنانا چاہتے تھے اس لیے اتاترک کی اصلاحات ان کو ناگوار گزریں اور جب اتاترک نے ترکی کو ایک لا دینی یعنی سیکولر مملکت قرار دیا تو وہ دل شکستہ ہو کر ۱۹۲۶ میں مصر چلے گئے۔ انھوں نے قاہرہ کی نواحی بستی حلوان میں ایک مختصر سا مکان کرایہ پر لے لیا تھا جہاں ایک ہی کمرہ سونے، بیٹھنے اور مطالعہ کے کام آتا تھا۔ لوہے کی ایک چارپائی، ایک معمولی سی میز جس میں کوئی دراز نہیں تھی، دو کرسیاں، ایک جائے نماز، ایک گراموفون اور حافظ شریف محی الدین اور طنبوری جمیل کے اشعار کے ریکارڈ اس کمرہ کی کل کائنات تھی۔ ان کا قاہرہ میں قیام تقریبا دس سال رہا۔ اقبال جب دوسری گول میز کانفرس سے واپسی پر ۱۹۳۱ کے آخر میں مصر گئے تھے تو عاکف قاہرہ ہی میں تھے لیکن تعجب ہے کہ ان کی عاکف سے ملاقات نہ ہو سکی۔ غالباً زبان کی اجنبیت کی وجہ سے اقبال اپنے "ہم نوا" سے واقف نہ تھے۔ ورنہ باغِ اسلام کے یہ دونوں عندلیب مل کر یقیناً آہ و زاری کرتے۔ جہاں تک عاکف کا تعلق ہے وہ اقبال کے مداح تھے اور انھوں نے نہ صرف اقبال کا فارسی کلام پڑھا تھا بلکہ چند شعروں کا ترکی میں ترجمہ بھی کیا تھا

وفات

عاکف وفات سے چھ ماہ[۹] قبل بیماری کی حالت میں استانبول واپس آگئے تھے اور وہیں ۲۷ دسمبر ۱۹۳۶ کو اُن کا انتقال ہوا۔ عاکف کی زندگی میں اگرچہ ان کے کلام کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے تھے لیکن غالباً ان کو اپنی زندگی میں اتنی مقبولیت حاصل نہ ہو سکی جو اقبال کو حاصل ہو گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عاکف نے ایک بار کہا تھا "حیاتِ جاوداں یہ ہے کہ مرنے والے کو اچھے نام سے یاد کیا جائے لیکن میں نے خاموش زندگی گزار دی بھلا مجھے کون جانے گا" لیکن عاکف کے تذکرہ نگار کہتے ہیں کہ عاکف کا یہ خیال غلط تھا۔ ان کا جب انتقال ہوا تو لاکھوں افراد نے ان کے جلوسِ جنازہ میں شرکت کی۔ خصوصاً طلبہ اور نوجوانوں کا جوش و خروش

۹ؔ ترکی انسائیکلوپیڈیا (ترکی زبان) جلد چہارم مطبوعہ انقرہ ۱۹۵۷۔ مضمون محمد عاکف

دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا جو موسم سرما کے برف و باراں کے باوجود اپنے محبوب شاعر کے جنازے کو جامع بایزید سے ادرنہ کاپی تک جو شہر کی فصیل کے قریب ایک طویل فاصلہ پر ہے، اپنے کاندھوں پر لے گئے۔ سڑک کے دونوں طرف، جو ہزاروں لوگ کھڑے تھے وہ ان کے علاوہ تھے۔ چنانچہ ان کے ایک دوست نے لکھا ہے کہ "عاکف بڑی کس مپرسی کے عالم میں مرے مگر اپنی قبر تک لوگوں کے سروں پر لے جائے گئے۔"

سیرت و کردار

اپنی سیرت اور کردار کے لحاظ سے عاکف ایک باعمل مسلمان تھے۔ ان کی زندگی میں ہمیں بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں جو قابلِ تقلید ہیں اور آنے والی نسلوں کے لیے نشانِ راہ بن سکتے ہیں۔ عاکف حافظ قرآن تھے اور چھ ماہ میں انھوں نے قرآن حفظ کیا تھا۔ ان کا معمول تھا کہ ہر صبح غسل کرنے کے بعد کچھ دیر قرآن ضرور پڑھتے تھے۔ نماز پنجگانہ کی ادائیگی میں انھوں نے کبھی غفلت نہیں کی۔ اگرچہ ان کے مخالفوں نے ان پر قدامت پسند ہونے کا الزام لگایا ہے لیکن وہ ایک ترقی پسند انسان تھے۔ سائنس کی ترقی کے معتقد تھے اور مذہبی جنون کے مخالف تھے۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ مغرب کی اندھی تقلید نہ کی جائے۔ بہرحال ان میں اسلام کی حمیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ایک زمانے میں وہ ایک جنرل کے بیٹے کے اتالیق تھے۔ ایک دن اس لڑکے نے رسول پاکؐ کی شان میں ایک اہانت آمیز فقرہ کہا۔ عاکف برداشت نہ کر سکے اور فوراً پڑھانا چھوڑ دیا۔ اسی طرح عاکف اپنے ہم عصر ترک شاعر توفیق فکرت (۱۸۶۷ تا ۱۹۱۵) کی شاعری کے مداح تھے لیکن جب فکرت نے اپنی مشہور نظم "تاریخِ قدیم" لکھی اور مذہب کی مخالفت کی تو عاکف کو فکرت سے نفرت ہو گئی۔ ان کے دوست سلیمان نظیف نے لکھا ہے کہ عاکف ایک ایسے انسان تھے جس نے اللہ، اس کے رسول اور دنیائے اسلام کے لیے اپنی محبت کا برملا اعلان کیا۔

عاکف اپنی والدہ کی خوشی کا ہر وقت خیال رکھتے تھے۔ ان کی والدہ چاہتی تھیں کہ عاکف پگڑی باندھیں جو علما کا شعار تھا۔ لیکن عاکف چونکہ کسی دینی مدرسہ کے فارغ التحصیل نہیں تھے اس لیے وہ پگڑی نہیں باندھ سکتے تھے۔ تاہم انھوں نے والدہ کی خوشنودی کے لیے داڑھی رکھ لی۔

عاکف صاف گو اور تند مزاج انسان تھے لیکن انھوں نے دل آزاری کسی کی نہیں کی۔ قول کے پکے تھے۔ وعدہ پورا نہ کرنا ان کے نزدیک ناقابلِ معافی جرم تھا۔ ان کی زندگی ظاہر داری سے پاک تھی۔

ایک بات جو دینی اور مذہبی گروہ کے معمول کے خلاف ان میں تھی وہ یہ تھی کہ عاکف موسیقی کے دلدادہ تھے۔ متعدد مشکل راگ اور راگنیاں ان کو ازبر تھیں اور ان کو مشرقی اور مغربی دونوں قسم کی موسیقی سے خاصی واقفیت تھی۔ وہ بانسری بہت اچھی بجاتے تھے۔ علی نہاد تارلان لکھتے ہیں کہ اس کمرے میں جہاں عاکف نماز ادا کرتے تھے، قرآن کا ترجمہ کرتے تھے اور مولانا روم کی مثنوی کے اشعار پڑھتے تھے، ہمیں مشرق و مغرب کے دو عظیم موسیقاروں کے گانے کے ریکارڈ بھی ملتے تھے۔

عاکف مضبوط جسمانی ساخت اور اچھی صحت کے مالک تھے۔ انھوں نے فنِ پہلوانی بھی سیکھا تھا اور کشتیاں لڑتے تھے۔ تیرنا اچھا جانتے تھے اور کشتی چلانے کے بھی ماہر تھے۔

علمی تبحر

عاکف کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ ان کی زندگی کا بڑا حصہ اسلام اور مسلم فلاسفہ کے مطالعہ میں صرف ہوا۔ ان کی محنت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے مشہور تفسیر جلالین کو اٹھارہ مرتبہ پڑھا۔ عاکف کو ترکی، عربی، فارسی اور فرانسیسی زبانوں پر پورا عبور تھا اور انھوں نے چاروں زبانوں کے ادب کا وسیع مطالعہ کیا تھا۔ ترکی ادیبوں میں وہ نامق کمال (۱۸۴۰ تا ۱۸۸۸) توفیق فکرت (۱۸۶۷ تا ۱۹۱۵)، شہاب الدین (۱۸۷۰ تا ۱۹۳۴)، حسین سیرت (ولادت ۱۸۷۴) اور عبدالحق حامد (۱۸۵۲ تا ۱۹۳۷) کے مداح تھے۔ ان میں وہ سب سے زیادہ عبدالحق حامد کو پسند کرتے تھے جو انھیں رومی، ہیوگو اور ہومر کی یاد دلاتے تھے۔

فارسی کے ادیبوں میں وہ سعدی اور رومی کو بہت پسند کرتے تھے۔ ایک جگہ انھوں نے سعدی اور فردوسی کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "مغرب نے فردوسی کو ہومر کے بعد سب سے بڑا شاعر قرار دیا ہے لیکن میں آپ لوگوں کو بتلانا چاہتا ہوں کہ فردوسی کے ساٹھ ہزار اشعار نے بہ حیثیت مجموعی اتنی انسانی خدمت انجام نہیں دی جتنی بوستان سعدی کے آٹھ شعروں کی ایک حکایت نے۔ سعدی کی مختصر حکایات مجھے گھنٹوں سوچنے پر مجبور کرتی ہیں۔ حکمت کی باتیں سیکھنے

کے لیے طویل کہانیاں لکھنا ضروری نہیں۔ مختصر کہانیوں کے روزمرہ کے واقعات بھی اہم موضوعِ بحث مہیا کرسکتے ہیں۔" سعدی سے ان کو اتنی عقیدت تھی کہ انھوں نے "صراطِ مستقیم" میں بعض مضامین سعدی کے نام سے لکھے۔

عاکف نے اقبال کے فارسی کلام کا مطالعہ کیا تھا اور وہ اقبال کے مداح تھے۔ عاکف نے اپنے مجموعہ کلام "صفحات" میں ایک جگہ اقبال کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے دو اشعار کا ترکی میں منظوم ترجمہ بھی کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد صابر نے ایک کتاب "محمد عاکف" کے اردو ترجمہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ وہ شبلی نعمانی سے بھی متاثر تھے اور ان کی بعض تحریروں کا ترجمہ بھی کیا ہے۔

فرانسیسی ادیبوں اور شاعروں میں وہ دودے اور لامارتن کو بہت پسند کرتے تھے۔

پروفیسر تارلان نے لکھا ہے کہ فارسی کے مقابلے میں عربی ادبیات عاکف کی صلاحیتوں سے زیادہ ہم آہنگ تھی لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ عرب مصنفوں میں سے وہ کس کس سے متاثر تھے۔ جہاں تک محمد عبدہٗ اور فرید وجدی کا تعلق ہے ان کے مضامین کا ترکی ترجمہ، جیسا کہ پیچھے بتایا جا چکا ہے، "صراطِ مستقیم" میں شائع کیا جاتا تھا۔

ترکی زبان میں ناول نویسی اور ڈرامہ نگاری کے فن نے اس وقت اتنی ترقی نہیں کی تھی جتنی اب کرلی ہے اس لیے عاکف کی رائے ترکی ناولوں اور ڈراموں کے بارے میں اچھی نہیں تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ایک ناول یا ایک ڈرامہ لکھا نہیں بلکہ پیدا کیا جاتا ہے۔ عاکف فرانسیسی فن ناول نگاری کے بڑے مداح تھے۔

تصانیف

"صفحات" کے علاوہ جو عاکف کے منظوم کلام کا مجموعہ ہے وہ نثر کی متعدد کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ عبدالکریم جرمانوس نے لکھا ہے کہ عاکف عمرانیات کے موضوع پر بعض کتابوں کے مصنف تھے [۱۰] لیکن ہمیں ان کتابوں کے نام نہیں معلوم ہوسکے۔ انھوں نے فارسی زبان سے ترجمے بھی کیے۔ یہ ترجمے مجلہ "ثروت فنون" میں "بدائع العجم" کے عنوان سے شائع ہوتے تھے۔ عاکف

---

[۱۰] عبدالکریم جرمانوس، ترکوں کی اسلامی خدمات (اردو ترجمہ)

نے فرید وجدی کی کتاب "مسلمان خاتون"[۱۱] اور سعید حلیم پاشا کی فرانسیسی کتاب "اصلاحِ امت"[۱۲] کا ترکی میں ترجمہ کیا۔ ان کتابوں کے علاوہ عاکف کی متعدد نظمیں، مضامین اور تراجم جو اُن کی زندگی میں طبع نہ ہو سکے تھے، اشرف ادیب نے ان کی وفات کے بعد مرتب کر کے شائع کیے۔ عاکف کی عربی دانی کی وجہ سے حکومت نے ان کو قرآن مجید کا ترکی میں ترجمہ کرنے کا کام سپرد کیا تھا اور اس مقصد کے لیے ان کو رقم بھی دی تھی۔ عاکف نے ترجمہ مکمل کر لیا تھا لیکن رقم واپس کر دی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ عاکف نے اس ترجمہ میں استانبول کی خواتین کی سادہ ترکی زبان استعمال کی تھی۔ یہی زبان اِس وقت ترکی کی زبان ہے۔ افسوس کہ ترجمہ کا مسودہ ضائع ہو چکا ہے۔

سلیمان نظیف نے ایک سو چھ صفحات پر مشتمل اپنے کتابچہ میں اور اشرف ادیب اور جمال قوناتی نے اپنی دو دو جلدوں پر مشتمل عاکف کی سوانح حیات میں ان کی تصانیف کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

"صفحات"

عاکف کو بہر حال جس چیز نے شہرتِ جاوید عطا کی وہ ان کی نثر نہیں ہے بلکہ ان کا مجموعۂ کلام "صفحات" ہے۔ یہ مجموعہ اگرچہ سات کتابوں پر مشتمل ہے لیکن بہت بڑا مجموعہ نہیں ہے۔ ساتوں کتابوں میں کل چھ ہزار اشعار ہیں۔ "صراطِ مستقیم" اور "سبیل الرشاد" میں مطبوعہ بعض اشعار ان کتابوں میں شامل نہیں۔ اس کے علاوہ پندرہ بیس سال کی عمر میں لکھی ہوئی نظموں اور اشعار کو عاکف نے خود ہی ضائع کر دیا تھا۔ ان کا قومی ترانہ بھی صفحات میں شامل نہیں۔ صفحات کی ساتویں کتاب قاہرہ میں شائع ہوئی تھی، باقی سب استانبول میں طبع ہوئیں تھیں۔

عاکف نے صفحات کی آٹھویں کتاب بھی شروع کی تھی لیکن وہ ادھوری رہ گئی۔ انھوں

---

[۱۱] فرید وجدی کی اس کتاب کا ابوالکلام آزاد نے بھی اردو میں ترجمہ کیا تھا جو "مسلمان عورت" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

[۱۲] یہ دولتِ عثمانیہ کے وزیر اعظم سعید حلیم پاشا (۱۸۶۵ تا ۱۹۲۲) کا فرانسیسی کتابچہ ہے جس کا اردو ترجمہ "اسلامی حکومت کی عملی تشکیل" کے نام سے شرکت علمی لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ سعید حلیم پاشا نے اس موضوع پر ترکی زبان میں ایک کتاب بھی لکھی تھی جس کا نام "اسلاملشمق" ہے۔

نے حجۃ الوداع، عاصم کی دوسری کتاب اور صلاح الدین ایوبی کے نام سے تین اور کتابیں لکھنے کا منصوبہ بنایا تھا لیکن ان کو اس منصوبہ کی تکمیل کا موقع نہ مل سکا۔[۱۳]

صفحات حسبِ ذیل سات کتابوں پر مشتمل ہے۔

پہلی کتاب "صفحات" پندرہ سو اشعار پر مشتمل ہے۔ "توحید" اور "اذانیں" اس حصے کی مشہور نظمیں ہیں۔

دوسری کتاب کا نام "جامع سلیمانیہ کے منبر پر" ہے اور صرف ایک مثنوی پر مشتمل ہے۔ جس میں متعدد مسائل زیر بحث آتے ہیں۔

تیسری کتاب کا نام "صدائے حق" ہے اور بعض آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کی تشریح و تفسیر پر مشتمل ہے۔ ان میں رنگ و نسل کا امتیاز، علم کی اہمیت اور قوموں کا عروج و زوال اور مسلمانوں کا خیرِ اُمت ہونا جیسے موضوع زیر بحث لائے گئے ہیں۔

چوتھی کتاب کا نام "جامع فاتح کے منبر پر" ہے یہ ایک طویل نظم پر مشتمل ہے جس میں دو دوست مختلف مسائل پر بحث کرتے ہیں۔ اس نظم میں عمل اور جدوجہد پر زور دیا گیا ہے۔ اور تقدیر پرستی کی مذمت کی گئی ہے۔

پانچویں کتاب کا نام "یادداشتیں" ہے۔ یہ مختلف نظموں پر مشتمل ہے جن کے عنوانات آیاتِ قرآنی سے قائم کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کی سب سے اہم نظم "صحرائے نجد سے مدینہ تک" ہے۔ علی نہاد تارلان لکھتے ہیں کہ اسلامی ادبیات میں اس نظم سے زیادہ شاید ہی کوئی اور نظم مذہب اور رسول مقبول ﷺ سے عقیدت پیدا کرنے والی ہوگی۔ سلیمان نظیف[۱۴] لکھتے ہیں: "مشرق و مغرب کی ان زبانوں میں جنھیں میں جانتا ہوں میں اس موضوع پر کسی ایسی نظم سے واقف نہیں ہوں جو افضلیت کی ایسی بلندی پر فائز ہو۔ صرف عاکف جیسی شاعرانہ قوت کا مالک ہونا ہی ایسے

---

[۱۳] علی نہاد تارلان، محمد عاکف، اردو ترجمہ ص ۴۹

[۱۴] سلیمان نظیف (۱۸۷۰ تا ۱۹۲۷) ترکی کے مشہور ادیب اور شاعر تھے۔ "ثروتِ فنون" کے گروہ سے تعلق تھا۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں ایک رسالہ "محمد عاکف کی سوانح عمری" بھی شامل ہے۔

شاہکار کی تکمیل کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ عاکف جیسا مذہبی جوش رکھنا بھی ضروری ہے۔ یہاں شاعر نے عقیدت اور محبت کو کاغذ پر بکھیر دیا ہے لیکن ان کی زبان کی بلاغت اور حسن سے لطف اندوز ہونے کے لیے ترکی پر مکمل قدرت بھی ضروری ہے۔"

چھٹی کتاب کا نام "عاصم" ہے۔ عاصم ایک مضبوط کردار کا مثالی مسلمان نوجوان ہے۔ جو درۂ دانیال کی جنگ میں حصہ لیتا ہے۔ یہ کتاب متفقہ طور پر عاکف کے مجموعہ کی سب سے بلند پایہ کتاب سمجھی گئی ہے۔ عاکف کی شاعری اس میں اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے علی نہاد تارلان لکھتے ہیں:

"لسانیاتی نقطۂ نظر سے یہ نظم ترکی زبان کی بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کے ہر مصرع میں عاکف کا قلم زبان کے نت نئے حسن اور خزانے بے نقاب کرتا ہے۔

سلیمان نظیف لکھتے ہیں:

"یہ شاعرانہ معجزہ ہے اور آنے والی نسلوں کے لیے ہماری نسل کی جانب سے ایک تحفہ ہے۔ "عاصم" چھ صدیوں کے طویل عرصے کی آخری شاہکار نظم ہے۔ اس عہد کی عظمت، جب ہم ڈینیوب سے بحر ہند تک کے علاقوں پر حکمران تھے، "عاصم" کے صفحات میں لافانی ہو گئی ہے۔"

ساتویں کتاب کا نام "سائے" یا پرچھائیاں ہے۔ یہ اکتالیس نظموں پر مشتمل ہے۔ خسران، بلبل، ایک رات (جس میں سرور کائنات ؐ کی ولادت کا بیان ہے) امام سعید پاشا اور فرعون کے روبرو، اس مجموعہ کی ممتاز ترین نظمیں ہیں اور ادبی شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(باقی آئندہ)